Scan: http://www.new.dli.ernet.in/
PDF: http://www.KetabFarsi.com

یکے از سلسلۂ [illegible] بہ سرپرستی اعلیٰ حضرت حضور عالی مقام [illegible] نظام خلد اللہ ملکہ

كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

نام این نامه والا است قران السعدین
کز بلندیش بسعدین سپهر است قران

مثنوی

قران السعدین

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تنقید

جناب خان صاحب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم میرٹھی

و بہ تمہید

مسٹر سید حسن بی اے (علیگ) مہتمم دفتر کلیات خسرو
و جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر تکمیل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

باہتمام محمد مقتدی خان شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ کالج میں طبع ہوئی ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب
اجازت اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی ہز اگزالٹڈ
ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ
وسلطانہ و ادام اقبالہ کے نامِ نامی و اسمِ سامی
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

مثنوی

قران السعدین

مختصر فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تمہید	
۱	یادِ رفتگان، اعتراف و شکریہ	۱
۲	خسرو کی طبعزاد مثنویوں بالخصوص قران السعدین کی خصوصیات	۶
۳	قران السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق معلومات	۴۰
۴	قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ، شہور و سنین	۵۱
۵	قران السعدین میں مدحِ شیخ کے موجود نہ ہونے کی وجہ	۵۶
۶	ہندوستان کا خسرو پر اور خسرو کا ہندوستان پر اثر اور مثنوی قران السعدین کا اخلاقی نتیجہ	۵۷
	مقدمہ	
۱	تقریب نظم و وجہ تسمیہ	۱

صفحہ	مضمون	نمبر
۲	واقعات	۲
۴۷	خسرو کی ملازمت کا حال بہ سبیل اجمال	۳
۵۵	فرمایش نظم اور تصنیف مثنوی قران السعدین	۴
۵۹	وصف نگاری	۵
۷۱	تضمین غزل	۶
۹۵	مقامات مثنوی	۷
۱۳۵	صنایع و بدایع	۸
۱۶۳	قبول عام	۹
۱۶۵	خاتمہ	۱۰

متن

صفحہ	مضمون	نمبر
۱	حمد، نعت، مدحت شاہ	۱
۲۸	صفت دہلی و متعلقات	۲
۴۸	ابتدائی واقعات (کیقباد کے اودھ پہونچنے تک)	۳
۱۱۴	ملاقات پسر و پدر (آغاز نامہ و پیام)	۴
۲۴۴	ختم کتاب	۵

تمہید

مثنوی قران السعدین خسرو

نوشتہ

سید حسن برنی بی اے

این سخن چند کہ بنیاد است ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

تمہید

قران السعدین

مضمون	صفحہ
(۱) یادِ رفتگاں، اعتراف و شکریہ	۱-۵
یادِ رفتگاں بسلسلۂ خسروی	۱
مولنا اسمٰعیل مرحوم کی خدمات متعلق سلسلۂ خسروی	۲
مولنا کی ادبی خدمات	"
مولنا کے مختصر حالات	۳
مولنا کی تعلیمی خدمات	"
اعتراف و شکریہ بسلسلۂ ترتیبِ کلیات خسرو	"
راقم کی مولنا سے ملاقات بسلسلۂ مذکورہ	۵
قران السعدین کی تنقید مولنا کی اخیر تصنیف ہے	"
(۲) خسرو کی طبعزاد مثنویوں بالخصوص قران السعدین کی خصوصیات	۶-۴۰
مثنویات خسرو کی دو قسمیں "اتباعی" اور "طبعزاد"	۶
"اتباع" کے صحیح معنی	"
طبعزاد مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہی اور اپنا جواب نہیں رکھتی	۷

مضمون	صفحہ
(ا) پہلی خصوصیت "تاریخی اہمیت"	
خسرو کی مثنویوں سے تاریخ ہند کے بجائے سادہ معتبر حالات دستیاب ہوتے ہیں	۸
قران السعدین کے تمام واقعات خسرو کے چشم دید ہیں	۹
اِن واقعات کے عینی مشاہدہ کے متعلق خسرو کے بیانات	″
(۱) خط از غرۃ الکمال مشتملہ حالات روانگی و رسیدن باودہ و کیفیت ہجر و مفارقت	۱۰
(۲) خط از اعجاز خسروی مشتملہ حالات ملاقات کیقباد با پدر خود و ملاقات خسرو با شمس دبیر و اثیر و رفتن خسرو باودہ	۱۳
مختصر حالات شمس دبیر و اثیر الدین	۲۰
(ب) دوسری خصوصیت "واقعیت"	
واقعیت کے معنی اور اُس کے دو پہلو، انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف	۲۲
قران السعدین میں واقعیت کا کمال	″
وصف نگاری کا واقعہ نگاری سے تعلق	۲۳
انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف کی مثال قران السعدین سے	″
مناظرِ فطرت کی مصوری اسی خصوصیت کے تحت میں داخل ہے	۲۴
مثنوی قران السعدین میں مناظرِ فطرت کا بیان	″
(ج) تیسری خصوصیت "ادراکِ نفسانیات وحفظ و تفریقِ شخصیات"	
تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کو پورا کرنے کی آسانی اور دقت	۲۵
"وصف نگاری" اور "ادراکِ نفسانیات" دراصل واقعیت کے خارجی اور داخلی پہلو ہیں	″
داخلی پہلو کو پورا کرنے کی دشواری اور خسرو کو اُس کا احساس	۲۶
قران السعدین کے اشخاصِ قصّہ	″

مضمون	صفحہ
کیقباد	۲۰
خسرو کی مثنویاں اس عہد کی تاریخ کا آئینہ ہیں	″
قران السعدین کی غزلیات تیسری خصوصیت کے تحت میں داخل ہیں	″
یہ غزلیات مجرد جذبات کے لباس میں تمام قصہ کو بیان کردیتی ہیں	۲۸
غزل پر لفظِ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہوسکتا ہے	۳۰
شاعری کے معیار پر قران السعدین کی غزلیات پوری اترتی ہیں	″
خسرو کی غزل سرائی خاص رنگ رکھتی ہے	″
قران السعدین کی غزلیات اس مثنوی میں ایک پرلطف تنوع پیدا کردیتی ہیں	۳۱
(د) چوتھی خصوصیت "جدت"	
خسرو کی طبیعت جدت پسند اور طرفہ آفرین تھی اور تقلید میں بھی حریتِ ذہنی کو برقرار رکھا گیا ہے	۳۱
مثنوی قران السعدین جدت کا نمونہ ہے	۳۲
جدتِ شاعری کا تعلق تخیل سے اور تخیل کی اہمیت	۳۳
خسرو کے تخیل کی کیفیت	″
تخیل کی مثال مغلوں کی ہجو سے	″
(ہ) پانچویں خصوصیت "تناسب"	
فنون لطیفہ میں تناسب کے معنی	۳۸
مثنوی میں تناسب قائم رکھنے کی دشواری	۳۹
قران السعدین اور تناسب	″
(۲) قران السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق تاریخی معلومات	۴۰-۵۱

مضمون	صفحہ
قران السعدین کے بعض نسخوں میں اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفت دہلی" کیوں لکھا پایا جاتا ہے	۴۰
دہلی کے متعلق معلومات	"
اس کا لقب "قبۃ الاسلام" تھا	"
شہر پہاڑی پر آباد تھا	"
دہلی کے تین حصار تھے	۴۱
قصر معزی واقع کیلوکھری	"
"شہر نو" (کیلوکھری) کی بنیاد کیقباد سے بہت پہلے پڑ چکی تھی	۴۴
دہلی کی عمارات	۴۵
مسجد جامع میں نو گنبد تھے اور "درون" کا سلسلہ غیر مسقف تھا	۴۶
منارۂ ماذنہ اور اس کے اوپر کے درجے کی کیفیت	۴۷
حوض سلطان	"
مضافات دہلی	۴۹
سیری اس وقت سبزہ زار تھا	"
اندپت	"
تلپت	۵۰
بہاپور	"
افغان پور	"
دہلی اور مضافات دہلی کا نقشہ	مقابل صفحہ ۵۰
(۴) قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین	۵۱-۵۵
قران السعدین میں کن تواریخ کا صراحت سے ذکر پایا جاتا ہے	۵۱

مضمون	صفحہ
واقعات کا سلسلہ قایم کرنے سے قران السعدین کے اصل واقعہ یعنی ملاقات کی تاریخ اخیر جمادی الاوّل ۶۸۶ھ قرار پائی ہے	۵۳
جلوس کیقباد کی تاریخ اوائل ۶۸۶ھ قرار پائی ہے	〃
خسرو کے قیام اودھ کی صحیح مدت کیا ہی اور بظاہر جو اختلاف خسرو کے بیانات میں پایا جاتا ہی وہ کس طرح رفع ہوتا ہی	۵۴
(۵) قران السعدین میں مدح شیخ کے موجود نہونے کی وجہ	۵۶-۵۷
مدح شیخ کا التزام خمسہ اور بعد کی مثنویوں میں	۵۶
قران السعدین اور خمسہ سے پہلے کی دوسری مثنویوں میں مدح شیخ کا نہ پایا جانا عدم تعلقات کو ظاہر نہیں کرتا	〃
(۱) خود خسرو کے ابتدائی دیوانوں میں مدح شیخ موجود ہے	〃
(۲) معتبر ترین تواریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ خسرو کا تعلق عنفوان شباب سے پیدا ہو گیا تھا	〃
اس فروگذاشت کی وجہ	۵۷
(۶) ہندوستان کا خسرو پر اور خسرو کا ہندوستان پر اثر اور مثنوی قران السعدین کا اخلاقی نتیجہ	۵۷-۶۱
مثنوی قران السعدین کا ایک قصہ طلب شعر جسمیں ایک ہندی لفظ سے لطیفہ پیدا کیا گیا ہی	۵۷
ہندی الفاظ کا خسرو کے یہاں آزادانہ استعمال	۵۸
خسرو کی شاعری کی اہم اور سبق آموز خصوصیت "ہندوستانی"	〃
خسرو ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں	۵۹
خسرو اُس عہد کے صحیح نمایندہ ہیں	〃
خسرو کا ہندوستان کی تاریخ پر گہرا اثر پڑا ہی	〃
خسرو کا ملک کی مشترک تہذیب کی ترقی میں خاص حصہ ہی	۶۰
قران السعدین کا اخلاقی نتیجہ	۶۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ! آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسرو کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسمٰعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولنا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پا برکاب تھے۔ مولنا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن ستیاف اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولنا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمت چست باندھکر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو دو تین دورے اس وادی میں مرحلہ پیما رہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دھندلے نشان

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منور کر رہی تھیں، یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا، اور مولٰنا لبیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے ؎

مجلسِ یاراں پریشاں شد زبادِ تُندِ دہر ✽ برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمدہ

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولٰنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی قران السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کی آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ میں گذرے۔ اِس مدّت میں قران السّعدین پر مکمّل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزاء ترتیب دے لیے جن میں معز الدین کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولٰنا کے ہاتھوں سرانجام پا جاتا۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولٰنا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مربیوں میں سے ہیں جن کا نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نثر و نظم دونوں میں ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچّوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں قبولیتِ عامہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

مولٰنا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہو گئی۔ سررشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب اُنھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت اُنھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتب درسیہ جو اُردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں، لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے "شمس العلما" کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دِلدادہ تھے، اور "قَلَمے قَدَمے دِرَمے" ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیمِ نسواں نے اُنھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں اُن کی تحریک سے مدارسِ نسواں کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی اُنھوں نے اپنے ذمے لی، اور آخر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مُفیدِ عام تحریکوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکریہ کی مستحق ہیں۔ اُنھوں نے ابتداءً یہ علمی کام فخرِ ملک و ملت اور شیدائے علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خان صاحب بہادر آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم کی فرمایش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولنا کو اس مشغلے سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمایشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولنا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایام علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولنا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ "خسرو" کے سلسلہ میں مولنا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی، اور اُن کے بزرگانہ اخلاق اور علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسروؒ کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسروؒ کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیوٰۃ سے "خان شہیدؒ" کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں اُفتادہ در اطرافِ آں صحرای سبز ہمچو صورتہا کہ در دیباے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ" امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑجاتا ہے، لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہے" مثال کے طور پر قران السعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دُہرایا ؎

آبِ دُرا ز تاج و قبا و کمر تا کمر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۱۰)

قران السعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہے مولانا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہے۔ اس کے لکھنے میں مولانا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہے۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ زبان شستہ اور خیالات سلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کردیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قران السعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ اس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تنقیح مقصود ہے یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہے۔

(۲)

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جداگانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السّعدین، عشیقہ، نُہ سپہر، اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جابجا اپنے آپ کو نظامی کا متبع بتایا ہے۔ اس اتباع کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔ یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقائے تمدن کے دوسرے شعبوں کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی متبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیّت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بیّن طور پر متمائز کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہی جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عاید کیا جاتا ہی۔

اس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہی۔ قران السعدین جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعزاد مثنوی ہی اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی) اس وقت ہمارے سامنے موجود ہی۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اپنے رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہی۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ ایسا ہی جسے کوئی نہیں جانتا۔

عہ منیر نے ایک چھوٹی سی مثنوی در صفت بنگالہ لکھی ہی جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہی جو بلا شبہ خسرو کا اتباع ہی۔ لیکن یہ مثنوی قران السعدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہی، اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہی۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں منیر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بغرض دلچسپی ناظرین درج ذیل کیے جاتے ہیں:

زِ کشتی بل کمانِ دل نشینے + بہر گوشہ در و چلہ گزینے + مدام تیر او چوں می کند کار + کہ نے پیکانش کس دیدہ نہ سوفار
کمانش گفتم والحق ہمانست + بہ سیہ ملاح او زاغ کمانست + اگر سہراب باشد ور بہ بیمن + نیارد ایں کماں تنہا کشیدن
زِ آلت ایں کماں ہا ایں کماں بہ + ولی ہرگز نہ شد شانہ زِ زہ + کر اندیشہ امن و اماں ہست + کہ طوفاں جاشنی ایں کماں ہست
بود چنگے کنارِ آب جایش + ز فیضِ رود ہا سازِ نوایش + گر ایں چنگ درپا گشتہ خوشحال + کہ کف برکف نہد ہر دم چو قوال
ازاں مانند چنگ نغمہ پرداز + کہ باشد بادبانش وہ بساز + شبیہ او ہمہ از چنگ جویند + ولیکن اہل ہندش ناؤ گویند
بود پیر کہن سالیش پیداست + زِ شوقِ آب جانش ناشکیباست + محاسن از قماشش گشتہ پیدا + بر وہم پیر وہم برناست شیدا
برون آورد ریشِ دلپسندی + بہ چندیں گہ سزد ریشِ تخندی + کند با موج بحر آہنگ آشوب + تراشد دست و پای خویش از چوب
بیابد تا سراغِ آشنائی + زند ہر دم بدریا دست و پائے + گذارش تا بسوی آب افتادہ + عنانِ خود بدست باد دادن
ز مادم علمِ دریا کردہ تکرار + معلم تختہ او شستہ صد بار + پرستارش بہ غم چرخ پیر + پزد ہر لحظہ سودائے ہر سیہ
نمیدانم چہ بیماریش دیدند + کہ آتش از شکم بیرون کشیدند + بود او را سبک رفتاری ہمیں + رود درہ با ہزاراں پائے چوبیں
سبک پا نیست با پا او گرانست + ولی پایش بدستِ دیگرانست + ازاں دریا بدو سرگردہ شد + کہ دریا را گرفتہ در تہ چوب

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جُدا جُدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ ان مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہے۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہے۔ عشیقہ حُسن و عشق کی ایک سچّی اور دردناک داستان ہے جس میں عہد علائی اور مابعد کے مُستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نُہ سپہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مُفصّل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملسکتے۔ تغلق نامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سربرآرائی کی پوری داستان ہے۔ وسط الحیوۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

بگاہے دو سوئے او سیاہاں
نشستہ چوں دو سوئے چشم مژگاں

قران السعدین میں صفتِ کشتی کے اشعار صفحہ ۱۴۳ تا صفحہ ۱۴۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کرکے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ ۔۔۔۔ ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے ع ماہِ نوے کاصلش شد از سال خاست ٭ گشت یکے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابل نیر کا شعر ہے ع بود پیکرش سالیش زیباست ٭ زشوقِ آب جانش ناشکیباست۔ اس شعر میں مصرع اولیٰ اور مصرعہ ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہے وہ لطافت موزونیت کہاں جو خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہے جس کے لطف نے جامی کو عرصہ تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں انھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اس قدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمام تر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہے خسرو بھی اس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولنا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں انھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اَوَدھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصر الدین محمود کی

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قِران السّعدین سے براہِ راست تعلّق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خواند زمن خراب سینہ — خسرو کہ بست دُہ کمینہ

می گوید و می نہد شغبناک — چوں قطرہ اشک روے بر خاک

کاندر زرہ گشتم از برت دور ق — محروم شدم چو سایہ از نور

بر عزم سفر عناں کشادم — خونابہ ز دیدگاں کشادم

با لشکرِ شاہ کوچ بر کوچ — در گردِ سپہ شدم ہمہ کوچ

تا بعد دو ماہ از رہِ دور — آمد بادودھ سپاہِ منصور

سلطاں نظرے بلطف بکشاد — واقطاعِ اودھ بخانِ ما داد

شد شہرِ اودھ حوالۂ خاں — شد دہر ابد نوالۂ جان

با آں کہ نداشتم صبوری — اُفتاد سکونتم ضروری

اس کے بعد شہرِ اَوَدھ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے تربیت نو — از چشم کرم بکار خسرو

آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیزوں دوستوں اور دارالسلطنت کی یاد ہے۔

لیک از غمِ دوریت چنانم　　کز تن بلب آمدہست جانم
شبہا منِ دل بغم نوازی　　با یادِ تو در خیال بازی
دل سوختہ چون چراغِ کشتہ　　صد جائے درونہ داغ گشتہ
دردے و ہزار آہِ جانسوز　　آہے و ہزار تیرِ دلدوز
دل رفتہ و تن بخاک ماندہ　　جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ
با آنکہ ازیں ولایتِ خویش　　یارے دو سہ اند نغز و دلکش
از حالتِ من درآرزدیست　　عاشق شدہ ہمچو من بردیست
با من بہوا نست شب و روز　　دل سوختہ را قناعت آموز
نے قاصدِ تو رسد بسویم　　نے باد رساند از تو بویم
کو آن بوفا بہم نشستن　　دل در طرب و نشاط بستن
گہ دادنِ درِ نظم چون نوش　　از درجِ دہن بحلقہ گوش
گاہے بہ بدیہہ دل آویز　　گفتن گہرے بخامہ تیز
گاہے غزلے جواب گفتن　　گاہے سخنِ شراب گفتن
گہ جامِ نشاط نوش کردن　　گہ زمزمہ تر بگوش کردن
گہ کردن گشت سوئے بستاں　　گاہے بطوافِ حوضِ سلطاں
ہر شب منم و دلے و دردے　　غم را بدو چشم آب خوردے

شب بود زکنم ز آہِ جانسوز　　زین گونہ بود شب مرا روز
یکشب من و دل چراغ در پیش　　جانے بہزار داغ در پیش
بودیم بہم بگفت و گوئے　　محرم نہ کسے جز آرزوئے
گفتم کہ ازیں اسیر بیداد　　یاد آیدت یا نیایدت یاد
تا حال بدانیم کہ چونم　　وز دیدہ چگونہ غرقِ خونم
روشن کندت زبانِ خامہ　　حالِ من ازیں فراق نامہ
ماہِ رجب و شبِ سہ شنبہ　　یک ہفتہ حساب رفتہ برنہ
تاریخ ز ہجرت ار کنم یاد　　بر ششصد و ہفت و ہشتاد
غدار شبے ز ابر تاریک　　بارندہ بقطرہائے باریک
عین بشکال وقتِ باران　　خیمہ زدہ ابر را سواران
بگشادہ بنالہ رعد را کام　　بردہ دہلِ خروش بر بام
می گفت ترانہ ابر سرمست　　بود آب برقص و برق می جست
باران بہوا بقطرہ سازی　　قطرہ بزمین بخلعت بازی
گریہ ز من و ز ابر ہم یاد　　بیرون و درون خانہ نم باد
تا وقتِ سحر قلم در انگشت　　در تاریکی ہمی زدہ مشت
چون نیست تکلفے بدردم　　در نامہ تکلفے نکردم
صنعت بسخن نکردم آغاز　　تا قصہ نماند از غرض باز

چوں رنگ پذیر شد مقالت | صنعت بود آں ز حسب حالت
یک بیت ز گفتۂ نظامی | تضمین کنم اندریں تمامی
کارائیش کر دنی ز حد بیش | رخسارۂ قصہ را کند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۶ ار رجب ۶۸۶ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اَوَدھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، اَوَدھ پہنچنے پر غالباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہے۔ خسرو محبت و الفت کا مجسّمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اَوَدھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اَوَدھ سے روانہ ہو کر ذوالقعدہ ۶۸۶ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم..... نجم الملۃ والدین"

(از اعجاز خسروی رسالۂ دوم)

دوستدار یگانہ خسرو سلطانی .... برآں راے انور .... مصوّر می گرداند کہ ..... خداوند ملک ملوک الشرق و قطب ارکان الملک اختیار الحق والدین ..... علی ایبک سلطانی ..... از اوج ارتفاع بچشم سعادت در کار بندہ ناظر ست ولیکن دل بندہ کہ از تاگنگی آفتاب فراق در ہواے